جمہوریت اسلامی خلافت کی راہ میں حائل ہے

دینِ اسلام کامل و اکمل ہے اور جامع ضابطۂ حیات! ـــــ گفتگو سے لے کر لباس تک، روزمرہ مسائلِ زندگی سے لے کر سیاست تک، اخلاقیات سے لے کر عدالت تک، اور عقائد و عبادات سے لے کر معاملات تک، الغرض جملہ امور پر اس کی حکمرانی ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اسلام کے ہمہ گیر اصول و ضوابط پر عمل کیا تو انھوں نے پچاس سال کے مختصر عرصہ میں آدھی دنیا پر اسلام کا پرچم لہرا دیا۔

اسلام دشمن عناصر نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کو نیچا دکھانے کی پالیسی اختیار کی جو آج تک مسلسل جاری ہے، تاکہ مسلمانوں میں مذہب و سیاست کی تفریق کی بنیادوں پر اختلافات پیدا کر کے ان کی ملی وحدت کو پارہ پارہ کیا جا سکے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان جہاں مذہبی طور پر مختلف فرقوں میں بٹ گئے، وہاں سیاسی سطح پر جمہوری اور سوشلسٹ طبقوں میں تقسیم ہو گئے ـــــ عیسائیت میں سوشلزم قبول کرنے سے ایک عیسائی کے مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑتا ـــــ یہی حال جمہوریت کا ہے! لیکن اسلام کسی مسلمان کو اس کی اجازت نہیں دیتا!

سوشلزم اور جمہوری نظام یہود و نصاریٰ کی ذہنی اختراعات ہیں، جن کا مقصد مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ـــــ سرخ سامراج کا بت سوشلزم، جو سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت میں نمودار ہوا، اور جس نے وسطِ ایشیا کی ریاستوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، اب افغان جہاد کی بدولت اپنی موت آپ مر گیا ہے ـــــ لیکن سفید سامراج نے عوام کی حکومت کے نام پر بڑی خوبصورتی سے جمہوریت کا بت تراش کر اسے مسلمانوں کے اذہان و قلوب میں سجا دیا ہے!

سیاسی جماعتوں کا وجود جمہوریت کا لازمی جزو ہے۔ سامراجی طاقتیں ان جماعتوں کے لیڈروں میں سے سیکولر ذہن کا انتخاب کر لیتی ہیں جن کو آلہ کار بنا کر وہ کسی بھی ملک میں مذہبی،

سیاسی اور لسانی فساد بھڑکاتی ہیں ـــــ افسوس، اس کے باوجود اسلام پسند جماعتیں بھی جمہوریت کی زلفِ گرہ گیر کی اسیر ہیں اور اسلام کے نفاذ کے لیے جمہوری نظام کو واحد سہارا سمجھتی ہیں، حالانکہ اس نقطۂ نظر کے حامی دنیا کے کسی ایک اسلامی ملک کی بھی مثال پیش نہیں کر سکتے جہاں جمہوری طریقہ سے اسلام نافذ ہوا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی قانون، امارت و خلافت کا نظام قائم کرنے سے ہی نافذ ہو سکتا ہے، جب کہ جمہوری نظام اس نظامِ خلافت و امارت کے قیام میں حائل ہے ـــــ پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کی ملی بھگت سے مسلمان اسلام کے نظامِ سیاست سے دور ہو گئے۔

امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمینِ مکہ میں اسلام کا پرچم بلند کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تپتی ریت پر، دہکتے ہوئے انگاروں پر موت کو قبول کر لیا لیکن اسلام کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب مشرکینِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

آپؐ نے مدینہ منورہ میں اسلامی مملکت کی بنیاد رکھی۔ مدینہ میں آباد یہودیوں اور غیر مسلم عرب قبائل نے بھی آپؐ کو سربراہِ مملکت تسلیم کر لیا۔ توحید کی برکت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز آپؐ کے مخلص ساتھیوں کی ان تھک، بے لوث کوششوں، محنتوں اور بے مثال قربانیوں سے اسلام تیزی سے پھیلنے لگا، جس سے یہود کی مذہبی اجارہ داری اور سیاسی و اقتصادی مفاد کو دھچکا لگا تو انھوں نے مشرکینِ مکہ کو مدینہ پر حملہ کی دعوت دی۔ چنانچہ میثاقِ مدینہ کی خلاف ورزی، یہود کی بدعہدی اور دغابازی کی بناء پر یہودیوں کو مدینہ سے نکال دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اسلام پورے عرب میں پھیل گیا۔

آپؐ کے بعد منکرینِ زکوٰۃ اور مدعیانِ نبوت کے فتنے ابھرے۔ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بے مثال جرأت و استقامت نے ان فتنوں کو نیست و نابود کر دیا اور داخلی استحکام برقرار رہا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اسلامی دعوت و جہاد کی بدولت روم و ایران کو فتح کر لیا جس سے اسلام دشمن عناصر یہودی، عیسائی اور مجوسی سر جوڑ کر بیٹھے اور سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ انھوں نے پہلے مرحلہ میں حضرت عمر فاروقؓ کو شہید کیا اور پھر مسلمانوں میں سیاسی اختلافات پیدا کیے، جو بعد میں مذہبی صورت اختیار کر گئے ـــــ یوں مسلمانوں کی وحدت میں شگاف پڑ گیا تاہم بنوامیہ کے دور میں قافلۂ اسلام سندھ، ترکستان، سپین اور افریقہ کے صحراؤں تک پہنچ گیا۔ بعد

میں بنو امیہ کی وسیع و عریض سلطنت عربی و عجمی تصور اور قبائلی عصبیت کی بھینٹ چڑھ گئی۔

خلافتِ عباسیہ کا دَور مسلمانوں کے علوم و فنون کی ترقی کا شاندار دور تھا۔ یونانی، ہندی اور ایرانی فلسفیوں کی کتب کے عربی میں ترجمے ہوئے اور مسلمانوں نے طب، سائنس، ریاضی، فلکیات میں اپنا نام پیدا کیا۔ یورپ جو اس وقت جہالت کی تاریکی میں غرق تھا، اس نے بھی مسلمانوں کی ترقی سے خوب فائدہ اٹھایا۔ تاہم اس دَور میں قرآن و حدیث کے تراجم دنیا کی دیگر زبانوں میں نہ ہوئے۔ مسلمانوں میں مذہبی رقابت حد سے بڑھ گئی اور جذبۂ جہاد سرد پڑ گیا، جس سے مفاد پرستوں نے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ ابنِ علقمی کی دعوت پر ہلاکو خاں نے بغداد کے مسلمانوں کا قتلِ عام کیا۔

خلافتِ عباسیہ اور عثمانیہ کے دَور میں گو خلافت کی مرکزی حیثیت برقرار رہی اور خلیفہ کو عالمِ اسلام کا امیر بھی تسلیم کیا جاتا تھا، تاہم مذہبی، نسلی اور علاقائی بنیادوں پر خودمختار ریاستیں وجود میں آگئیں۔ یہود و نصاریٰ کی سازش سے ۱۹۲۴ء میں خلافتِ عثمانیہ کو ختم کر دیا گیا، جس سے مسلمانوں کی وحدت پارہ پارہ ہوگئی اور یورپی اقوام نے اسلامی ریاستوں کو آپس میں بانٹ لیا۔۔۔۔ ادھر یہودیوں نے اسرائیلی مملکت قائم کر کے عالمِ اسلام کے سینے میں خنجر گھونپ دیا۔

نوآبادیاتی دَور میں سوشلزم اور جمہوری نظام رائج ہوا، مغرب کے سودی نظام کی ابتداء ہوئی، عدالتوں میں مغربی قوانین متعارف ہوئے اور اسلام کو مسجد تک محدود کر کے دین کو سیاست سے جدا کر دیا گیا۔ اسی پر بس نہیں، یورپی اقوام نے مسلمانوں کو تعلیم کے نام پر بے دینی، سائنسی ایجادات کے نام پر الحاد، تفریح کے نام پر بدمعاشی، ثقافت کے نام پر بے حیائی کا تحفہ دیا اور فلاحی اداروں کی آڑ میں اسلام سے بیزار کر دیا۔

مجاہدین کی جماعت نے سامراجی سازشوں کو بے نقاب کیا، مسلمانوں کے لیے علیحدہ مدارس قائم کیے، اسلام کی بالادستی کے لیے جہاد کو جاری رکھا اور آزادی کی سرتحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس پر انگریزوں نے قادیانی، بہائی اور بابی فتنے کھڑے کیے اور ان کے لیڈروں نے انگریز کی اطاعت جائز کرنے کے ساتھ ساتھ جہاد کے حرام ہونے کے فتوے جاری کیے۔۔۔۔ مسلمانوں پر اسلحہ رکھنا جرم قرار دے دیا گیا۔

لندن اور ماسکو اعلیٰ تعلیم کے مرکز قرار پائے جہاں مسلم نوجوانوں کی برین واشنگ کی

جاتی، جس سے اسلامی ملکوں میں سیکولر ذہن پروان چڑھا۔ اس دوران سامراجی قوتوں نے مسلمانوں کے خام مال اور معدنی وسائل کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ لیا، جس کے ردِّ عمل کے طور پر آزادی کی تحریکوں نے شدّت اختیار کر لی تو یورپی اقوام نے اقتدار اپنے گماشتوں کے سپرد کر دیا ـــــ چنانچہ آج تک یہ حالت ہے کہ مسلمان جغرافیائی سطح پر آزاد ہیں، لیکن نظریاتی سطح پر اغیار کے غلام! ـــــ سوشلزم اور جمہوریت انہی سامراجی طاقتوں کے جدید ہتھکنڈے ہیں جن کا شکار ہو کر مسلمان فکری طور پر دو بلاکوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔

اشتراکی نظام میں مذہب کو افیون اور قلبی گمراہی کا نام دیا جاتا ہے، اور ریاست کا مفاد ہی اس نظام کا مرکز و محور ہے، چنانچہ جان، مال، عزت اور مذہب کو ریاست کے مفاد پر قربان کر دیا گیا۔ اشتراکیت ذاتی ملکیت کو استحصال سمجھتی ہے، حتیٰ کہ زمین، سرمایہ اور جائداد کے ساتھ ساتھ عورت بھی اس نظام کے تحت افراد کی مشترکہ ملکیت قرار پائی ـــــ تاہم نظریات سے ہٹ کر عملاً یہ ہُوا کہ اس نظام کے تحت ایک طبقہ کی بدترین آمریت قائم ہو گئی، سیاسی و معاشی قوت حکومتی پارٹی کے ہاتھوں میں مرکوز ہو کر رہ گئی اور فرد حکومت کے مقابلہ میں پس کر رہ گیا[1]۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ سوشلسٹ ممالک میں سماجی و معاشرتی زندگی کا نظام درہم برہم ہو گیا اور اقتصادی سطح پر ان ملکوں کا دیوالیہ نکل گیا ـــــ جہادِ افغانستان کی بدولت یہ نظام دم توڑ گیا!

اور جہاں تک جمہوریت کا تعلق ہے، یہ سب سے پہلے یونان میں مقبول ہوئی اور بعثتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قبل یونان میں جمہوریت ہی رائج تھی۔ ارسطو نے جمہوریت کی تعریف یوں کی ہے کہ:

> "ہجوم کی حکومت، جس کے سامنے کوئی مقصد نہیں ہوتا، عوام کی رائے اور مرضی حکومت کے پیشِ نظر ہوتی ہے۔"

مغربی مفکرین روسو وغیرہ نے یونانی نظریہ "آزادیٔ رائے" کو تقویت دی۔

---

[1] اس کے برعکس اسلام دین و دنیا کی خیر خواہی کا نام ہے اور روحانی تسکین کا ذریعہ! اسلام میں حقِ ملکیت کی اجازت ہے، لیکن ذخیرہ اندوزی کی ممانعت ہے۔ ارتکازِ دولت کی بجائے یہاں سرمایہ کی گردش ہے، نیز یہ اپنے ماننے والوں کو صدقات و خیرات اور زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے۔

موجودہ دور میں اسلامی ممالک نے جمہوریت کو اسلام کی روح سمجھ کر اپنا لیا ہے، حالانکہ یہ ایک مستقل الگ نظام ہے، جسے اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ــــ مثلاً :

- جمہوریت کثرتِ رائے کو معیار قرار دیتی ہے، جب کہ اسلام میں ایسا نہیں ہے ــــ رہبرِ کامل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جب اسلام پورے عرب پر چھا گیا، آپؐ نے کسی کو کسی شہر یا وفد کا امیر مقرر کرتے وقت عوام کی مرضی یا کثرتِ رائے کو مدِنظر نہیں رکھا، بلکہ اہلیت اور تقویٰ کو معیار بنایا۔ آپؐ کے بعد جیشِ اسامہؓ کی روانگی کے وقت جب مسلمانوں کی اکثریت نے حضرت اسامہؓ کی سربراہی سے اختلاف کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل پر انہی کی ماتحتی میں لشکر کو روانہ کیا۔
- اسلام میں "ادائے زکوٰۃ" مالی عبادت کا درجہ رکھتی ہے اور صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے ــــ لیکن آج کل عوام کی اکثریت زکوٰۃ سے بچنے کے لیے مختلف حیلے اختیار کرتی ہے اور موجودہ جمہوری دور میں ان پر کوئی قانونی گرفت نہیں ــــ سوچیے کہ کیا عوام کی مرضی سے اسلام نافذ ہو سکتا ہے ؟
- اسلام پاکبازی کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی پھیلانے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا ــــ لیکن آج عوام کو سینما، تھیٹروں اور وڈیو سنٹروں کے ذریعے تفریحی آزادی کے نام پر کھلم کھلا بے حیائی کی عام اجازت ہے ــــ جس کی وجہ سے مسجدیں بے رونق ہیں اور ثقافتی مراکز میں عوام کا زبردست ہجوم ہے !
- اسلام میں شاتمِ رسولؐ کی توبہ بھی قبول نہیں، بلکہ وہ واجب القتل ہے ــــ لیکن شیطان رشدی نے آزادیٔ رائے کی آڑ میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور جمہوری آزادی کے چیمپئن برطانیہ نے اسے تحفظ دیا۔
- لنکن نے جمہوریت کی جو تعریف کی ہے، موجودہ دَور میں اس کا زبردست چرچا ہے :
  "عوام کی حکومت، عوام کے لیے اور عوام کے ذریعے !"

اس تعریف کا عمیق نظروں سے مطالعہ کریں تو یہ اسلام کے نظریۂ توحید کے سراسر منافی ہے۔ "عوام کی حکومت" کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی بجائے حاکمیت عوام کی ہوگی ــــ حالانکہ مشرکینِ مکہ بھی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے بہت حد تک قائل تھے ــــ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ"

(المؤمنون : ۸۴ - ۸۹)

"کہیے، اگر تم جانتے ہو تو (بتاؤ کہ) زمین اور جو کچھ زمین میں ہے، کس کا ہے؟ جھٹ بول اٹھیں گے کہ اللہ کا! کہیے کہ پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟ (ان سے) پوچھیے کہ سات آسمانوں کا مالک کون ہے اور عرشِ عظیم کا (کون) مالک ہے؟ بے ساختہ کہہ دیں گے کہ (یہ چیزیں) اللہ ہی کی ہیں۔ آپ فرمائیے کہ پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ (نیز) سوال کیجیے کہ اگر تم جانتے ہو تو (بتاؤ کہ) وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی (ملکیت و) بادشاہی ہے؟ اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا؟ فوراً کہہ دیں گے کہ (ایسی بادشاہی تو) اللہ ہی کی ہے —— کہہ دیجیے کہ پھر تم پہ جادو کہاں سے پڑ جاتا ہے؟"

نیز قرآنِ مجید میں واضح ارشاد ہے کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، اور کسی کی نہیں:

"اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ —— الاٰية!" (یوسف : ۴۰)

"اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔ اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی سیدھا دین ہے!"

"عوام کے لیے" سے مراد عوام کی خوشنودی ہے۔ جمہوریت میں حکمران جماعت عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی تعمیری و اصلاحی اقدام کرتی ہے تو ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس کی خوب تشہیر کرتی ہے، تاکہ عوام راضی ہو کر اسے دوبارہ برسرِ اقتدار آنے کا موقع دیں —— یہ

ریاکاری کی جدید صورت ہے، جب کہ اسلام میں ریاکاری ہلاکت کا موجب بنتی ہے۔ ریاکاری شرکِ اصغر ہے اور دجال کے فتنے سے بڑھ کر فتنہ! ــــ علاوہ ازیں عوام کی اکثریت خواہشات کی غلام ہوتی ہے، اگر ہر معاملہ میں ان کی خواہشات اور مرضی ہی کو پیشِ نظر رکھا جائے تو سوچیے کہ اس کے نتائج کس حد تک خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں ــــ قرآنِ مجید میں ہے :

"وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ــ الآية!"

(الانعام : ۱۱۶)

"اور اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں، اگر آپؐ ان کی اتباع کریں گے تو وہ آپ کو اللہ کا رستہ بھلا دیں گے۔"

"عوام کے ذریعے" کا مفہوم یہ ہے کہ عوام نے اسے منتخب کیا، تب اسے اقتدار ملا ــــ اس کے برعکس اسلام میں اقتدار کا سرچشمہ اللہ رب العزت کی ذات ہے ــــ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔" (آلِ عمران : ۲۶)

"کہہ دیجیے، اے اللہ! (اے) بادشاہی کے مالک، تو جسے چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے!"

جمہوری نظام میں امیدوار کو اقتدار کی خاطر دربدر کی ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں۔ پھر جب عوام اسے پانچ سال کے لیے منتخب کر لیتے ہیں تو بہت سی مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ مقررہ مدت سے پہلے ہی اللہ کی گرفت آن پہنچی اور وہ اقتدار سے محروم ہو گیا ــــ اس کے برعکس ایسے بھی ہوا کہ قادرِ مطلق نے جب کسی کو اقتدار دینا چاہا تو کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی اور اچانک وہ مسندِ اقتدار پر نمودار ہو گیا۔

- جمہوری نظام میں حقِ رائے دہی پر زور دیا جاتا ہے، اور اس سلسلہ میں بے نماز اور متقی کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا۔ ان پڑھ اور تعلیمیافتہ کے ووٹ کی قدر

وقیمت یکساں ہے ۔اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ووٹ ایک مقدس امانت وشہادت ہے ۔جب جھوٹی گواہی دینے والے، قاذف اور فاسق کی شہادت قابلِ قبول نہیں، توان جرائم کے مرتکبین کو حقِ رائے دہی کیسے حاصل ہوسکتا ہے ؟—— قرآنِ مجید میں ہے :

”قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ“۔(الزّمر:۹)

”آپ فرما دیجیے، بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے، دونوں برابر ہوسکتے ہیں ؟“

نیز فرمایا :

”قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ الآية !“ (الرّعد:۱۶)

”آپ فرما دیجئے، کیا اندھا اور بینا برابر ہیں ؟“

لیکن جمہوریت میں یہ سب برابر ہیں —— علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

- جمہوری نظام میں سرمایہ دار اور جاگیر دار اپنی شہرت اور چودھراہٹ کو قائم رکھنے کے لیے دھن، دھونس اور دھاندلی سے برسرِ اقتدار آتے ہیں، اور دینی تعلیم تو درکنار، ان میں سے اکثر دنیوی تعلیم سے بھی بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ اسمبلیوں میں قانون سازی کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ممبرانِ اسمبلی کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اقبالؔ نے کیا خوب کہا تھا ؎

گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانی نمی آید !

- جمہوریت میں قانون سازی کثرتِ رائے کی بناء پر ہوتی ہے ۔جب کہ اسلام میں کثرتِ رائے کی بجائے کتاب وسنت کی دلیل معیارِ حق ہے ۔خلیفۃ الرسول صلعم حضرت صدّیقِ اکبر رضؓ نے مانعینِ زکوٰۃ کے بارے صحابہؓ کرام سے مشورہ کیا تو اکثر صحابہ کرامؓ نے رائے دی، ان کا زکوٰۃ چھوڑنے پر مؤاخذہ نہ کریں۔ یہ لوگ ابھی ابھی اسلام میں داخل ہوتے ہیں، آہستہ آہستہ تمام احکام و فرائضِ اسلامی کو تسلیم کرکے سچے

مسلمان بن جائیں گے۔ اس پر صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا:

"اللہ کی قسم، میں اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں فرق کرے گا۔ اس لیے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے (جیسے نماز جسم کا!")

آپؓ کی یہ دلیل سُن کر تمام صحابہ کرامؓ نے آپؓ سے اتفاق کیا۔

- جمہوری حکومت میں حزبِ اقتدار کو اپنی کرسی مضبوط کرنے کی فکر رہتی ہے۔ اس لیے وہ اپنے حلیف ارکان کے جائز و ناجائز مطالبات کی تعمیل میں سرگرمِ عمل رہتا ہے۔ جب کہ حزبِ اختلاف حکومت کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں مصروف رہتا ہے، تاکہ وہ آئندہ منتخب نہ ہو سکے۔ اس کے برعکس اسلام میں ڈھیر ساری سیاسی جماعتوں کا وجود ہی ضروری نہیں، بلکہ یہاں پارٹیاں صرف دو ہیں، ایک حزب اللہ اور دوسری حزب الشیطان!
- جمہوریت میں صدر یا وزیرِاعظم کا چناؤ محدود مدت کے لیے ہوتا ہے، جب کہ اسلام میں امیر کی تقرری تاحینِ حیات ہوتی ہے، بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کا پابند رہے۔
- جمہوری نظام میں اسمبلی کے ممبران کو زرعی قرضوں اور رہائشی پلاٹوں کی صورت میں سیاسی رشوت دی جاتی ہے۔ انتخابی حلقوں میں بھی تعمیراتی پروگراموں کی آڑ میں خطیر رقم خرچ کے لیے دی جاتی ہے اور ہارس ٹریڈنگ کے پیشِ نظر جس کی جانچ پڑتال کا مرحلہ نہیں آتا۔ جب کہ اسلام میں مجلسِ شوریٰ کو مالی اختیارات حاصل نہیں ہوتے اور اس کے لیے الگ مستقل محکمے قائم ہوتے ہیں، جن پر کسی ہیرا پھیری کی صورت میں کنٹرول کرنا آسان ہوتا ہے۔
- جمہوری نظام میں ممبرانِ اسمبلی اور وزیروں مشیروں کے لیے قانون میں خصوصی رعایت ہوتی ہے، جب کہ اسلامی نظامِ خلافت و امارت میں امیر و غریب سب برابر ہیں اور ان میں سے ہر ایک قانون کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے، حتٰی کہ خود سربراہِ مملکت یا امیر بھی اس سے مستثنٰی نہیں ہوتا۔
- جمہوری نظام میں جو نمائندگان منتخب ہو کر سامنے آتے ہیں، وہ اقلیت کے حمایت یافتہ ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک حلقہ میں اگر تین امیدوار مقابلہ پر ہوں اور اسّی فیصد ووٹ

کاسٹ ہوں تو تیس فیصد ووٹ حاصل کرنے والا اکثریتی نمائندہ کہلاتا ہے، حالانکہ باقی پچاس فیصد کی حمایت اسے حاصل نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس اسلام میں مجلسِ شوریٰ کا انتخاب ووٹوں کی گنتی کی بجائے اہلیت کی بنیاد پر ہوتا ہے ــــ عام فہم مثال پیش کرتا ہوں کہ مسجد میں امام وخطیب مقرر کرتے وقت اس کے تقویٰ اور علم کو مدِنظر رکھ کر چناؤ ہوتا ہے، اس کے لیے محلہ میں ووٹنگ نہیں ہوتی ــــ اسی معیار کو ڈاکٹر، جج اور فوجی کے لیے بھی پیشِ نظر رکھا جائے گا۔

جمہوری نظام میں اسمبلی کے ممبران کا چناؤ علاقائی بنیادوں پر ہوتا ہے، جس سے صوبائی تعصبات ابھرتے ہیں۔ اسلام میں مجلسِ شوریٰ کے چناؤ کو ملکی سطح تک محدود نہیں کیا جاتا، بلکہ امتِ مسلمہ میں سے اہلیت کی بنیاد پر چناؤ ہوتا ہے ــــ حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت بلالِ حبشیؓ اور حضرت صہیب رومیؓ کی مثالیں اس سلسلہ کی ٹھوس مثالیں ہیں۔

مذکورہ تصریحات سے ظاہر ہے کہ نظامِ جمہوریت کو اسلامی نظام سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اس کے باوجود آج مسلمان اگر یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ کسی ملک میں جمہوریت کے ذریعہ اسلام آجائے گا تو یہ دیوانے کی بڑ ہے ــــ حقیقت یہ ہے کہ جمہوری نظام ہی اسلامی نظامِ خلافت وامارت کی راہ میں حائل ہے ــــ تعجب ہے کہ ہمارے لیڈر، جو ایک طرف اسلام کا نام لیتے ہیں اور دوسری طرف ''جمہوریت، جمہوریت'' کی رٹ لگائے ہوئے ہیں، ایک انتہائی معمولی اور سادہ سی بات سوچنے کی زحمت کیوں گوارا نہیں کرتے کہ جمہوریت اگر مسلمانوں کے لیے کوئی اچھی چیز ہوتی تو یورپی اقوام اسے ان کے لیے پسند کیوں کرتیں؟ آخر انھیں کسی اسلامی ملک کی بھلائی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟ ــــ اور یہ کیا وجہ ہے کہ کسی اسلامی ملک میں کسی جمہوری اصول کی خلاف ورزی ہو جائے تو یہ اقوام بے چین ہو جاتی ہیں اور مغربی ذرائع ابلاغ بلبلا اٹھتے ہیں کہ یہاں جمہوریت کا مستقبل خطرے میں پڑ گیا ہے اور فوج کا عمل دخل بڑھ گیا ہے، چنانچہ اس ملک پر تجارتی اور اقتصادی پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں ــــ جب کہ اس کے برعکس خود اقوامِ متحدہ میں جمہوریت کا پاس نہیں رکھا جاتا اور اس کے مستقبل پر کوئی آنچ نہیں آتی؟ ــــ کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کے مفاد میں کثرتِ رائے سے پاس ہونے والی کئی قراردادوں کو روس یا امریکہ نے متعدد بار ویٹو

کر دیا، اور یوں کثرتِ رائے کے اصول کو، جو جمہوریت کا لازمہ ہے، بری طرح پامال کر دیا گیا؟
—— بات بڑی واضح ہے کہ مغربی اقوام اسلامی نفاذِ خلافت سے خائف ہیں —— انھیں آج بھی اچھی طرح یاد ہے کہ مسلمانوں کے دورِ خلافت میں ہی اسلام یورپ میں داخل ہوا، اور نصف سے زائد کرّہ ارض پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ اس کے برعکس جمہوری دور میں مسلمان خود اپنے علاقوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے —— مشرقی پاکستان کا المیہ آپ کے سامنے ہے! —— ایک نکتہ دان نے خوب کہا ہے کہ

"خلافت کفر کے لیے موت ہے، مسلمانوں کے لیے آبِ حیات ہے۔"

کاش مسلمان اسلامی نظام کی عظمتوں اور برکتوں کا احساس کر سکیں اور مغرب کی سازش سے متنبہ ہو کر اس کے عطا کردہ اس تحفۂ جمہوریت سے جان چھڑا سکیں، جس کی بنیاد ہی "DEVIDE AND RULE" کے اصول پر ہے، جو انھیں تشتت و افتراق میں مبتلا کر کے بدترین اور مسلسل غلامی کا طوق پہنائے ہوئے ہے —— اقبال نے خوب کہا تھا کہ ؎

الیکشن، ممبری، کونسل، صدارت
بنائے خوب آزادی کے پھندے
میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ
نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

روزنامہ "جنگ" ۴ جولائی ۱۹۹۴ء کا ایک تراشا

علامہ ساجد نقوی نے
"زنجیر زنی" کیخلاف فتویٰ کی تائید کر دی

راولپنڈی (این این آئی) تحریک جعفریہ پاکستان کے سربراہ علامہ ساجد علی نقوی نے آیت اللہ خامنہ ای کے ماتم کے دوران خون بہانے کی ممانعت کے فتویٰ کے حوالے سے تحریک جعفریہ امامیہ آرگنائزیشن اور امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے تمام عہدیداروں اور کارکنوں سے کہا ہے کہ وہ نائب امام ولی فقیہ کے اس انقلابی فتویٰ پر عمل درآمد کرائیں اور عزاداروں کو جلوسوں کے دوران زنجیر زنی کے ذریعے خون ریزی اور خود کو ہلاکت میں ڈالنے کی جاہلانہ رسم کو روکنے کے لئے تنظیمی وسائل استعمال کریں۔